

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ 6

جون 2013ء

جلد نمبر 2

شبِ برات
کے فضائل و احکام



اللہ اسم ذات کی محبت



مدارس کے فضلاء سے
چند گزارشات

مدیر اعلیٰ کا دینی مدارس کے فضلاء کرام کے نام
نصیحت آمیز ادارہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوری لاہور ڈوسر گڑیا



سرگودھا

فقیہ

ماہنامہ

شمارہ 6

جون 2013ء

جلد نمبر 2

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حنفی
- مولانا محمد کلیم اللہ

انجمنی ہولڈرز ممبر لگائیں اور پیر دینے والے اپنا نام لکھیں!

برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لارڈز سٹراٹ 0332-6311808

www.ahnafmedia.com

بفیضانِ نظر
وَالْعَجْمَةُ عَارِفَاتُ اللَّهِ حَقَّقُوا قَوْلَنَا
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

قیمت فی شمارہ 20/- روپے
210/- روپے

علاوہ ڈاک خرچ سالانہ تر تعاون

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ



فہرست

3 ----- مدارس کے فضلاء سے چند گزارشات

8 ----- محدثین فقہاء کو اپنے سے آگے رکھتے تھے

علامہ خالد محمود مدظلہ بی۔ ایچ۔ ڈی لندن

13 ----- چند احادیث مبارکہ کی ایمان افروز تشریح

16 ----- شعبان المعظم و شب براءت؛ فضائل و احکام

مولانا محمد الیاس گھمن

30 ----- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

34 ----- علم کے بحر بیکراں سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ

مولانا محمد اکمل راجپوری

36 ----- اسم ذات کی محبت

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد خٹھی

50 ----- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

مولانا محمد ارشد سبحان

54 ----- فتاویٰ تاتار خانہ

مفتی محمد یوسف

62 ----- چھینکنے والے کو جواب دینا

مولانا محمد ابوبکر اوکاڑوی

مدارس کے فضلاء سے چند گزارشات

اداریہ

مدارس کے تعلیمی سال کا اختتام ہے اور امتحانات بالکل قریب ہیں اس موقع پر فضلاء کرام کی خدمت میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔ امید ہے ان پر ضرور غور و فکر فرمائیں گے خوب محنت اور لگن سے امتحانوں کی تیاری فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے۔

1: عقائد و مسائل اہل السنۃ والجماعۃ پر کاربند رہیں اور انہیں صدق دل سے اختیار فرمائیں۔

اس وقت پوری دنیا میں عموماً اور ہمارے برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً؛ اباحت پسندی، آزاد خیالی، فکری یورش، مغربی افکار، ذہنی کج روی، لبرل ازم، سیکولر ازم اور بے دینی کا زور ہے ایسے پر آشوب دور میں جہاں عقائد میں خرابیاں پیدا کر دی گئی ہیں وہیں الحاد و رندقہ اور بدعت کا بھوت بھی منہ کھولے کئی سادہ لوح لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے اس لیے طائفہ منصورہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات اور مسائل پر سختی سے کاربند رہیں اور ان کو صدق دل سے اختیار کریں۔

2: مسنون اعمال کی پابندی کریں۔

سنت ایک ایسے نور کا نام ہے جس سے قلوب میں روشنی، دماغ میں نورانیت، سوچ اور فکر کو جلا ملتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں بدعت کا ناسور سوچ اور فکر پر اثر انداز ہونے کے ساتھ ساتھ دلوں میں تاریکیاں پیدا کرتا ہے اس لیے کل بدعتہ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کا نبوی اصول ہر وقت آپ کے ذہن میں رہنا چاہیے۔

3: گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔

شَكُوتٌ إِلَى وَكِيعٍ سُوءَ حِفْظِي
فَأَزْشَدَنِي إِلَى تَزَلُّكِ الْمَعَاصِي
وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ
وَنُورٌ لِلَّهِ لَا يَهْدِي لِغَايِي

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد امام وکیع رحمہ اللہ سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کو چھوڑنے کی نصیحت کی (اور فرمایا) علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور گناہ گار کو نہیں دیا جاتا۔ آپ نے اپنے اساتذہ سے یہ کئی بار سنا ہو گا اور کتابوں میں پڑھا بھی ہو گا کینہ، غیبت اور حسد وغیرہ شیطانی وار ہیں اس لیے ان روحانی بیماریوں سے ہر وقت اپنے آپ کو بچائیں۔

4: مسلک و عقیدہ کے تحفظ و اشاعت کی بھرپور محنت کریں۔

اس پر فتن دور میں جہاں اہل اسلام کو تہ تیغ کیا جا رہا ہے وہاں اہل باطل ان کے عقائد پر بھی شب خون مار رہے ہیں اور دین اسلام کی تابناک اور مثل آفتاب روشن تصویر پر کفر و شرک اور فسق و فجور کی پرچھائیاں ڈال رہے ہیں۔ ایک ایسا مغلوبہ تیار کرنے میں مصروف عمل ہیں جو ماڈرن اسلام کی صورت میں پیش کیا جاسکے اس میں اسلام کی اساسیات کو کمزور کرنے کے ساتھ ساتھ روح جہاد کو نکلنے میں مصروف ہیں اس لیے اسلام کی اصلیت اور حقیقت کو باقی رکھنے کے لیے اس کی صحیح ترجمانی کا حق ادا کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ اہل باطل دین دشمن طبقے کا ایک گروہ اپنے آپ اسلامی لبادہ اوڑھے ضروریات دین کا تو انکار نہیں کرتا لیکن ضروریات اہل السنۃ والجماعت



پر طبع آزمائی کر رہا ہے اور اجماعی اور اتفاقی نظریات کو اختلافی اور افتراقی بنانے کے درپے ہے۔ بڑے دشمن کی پہچان کے ساتھ ساتھ اس ”خیر خواہ“ دشمن اور آستین کے سانپ کو پہچانے اور اس کے شر سے خود بھی بچنے اور اپنے معاشرے کو بھی بچانے۔ تحفظ دین کے فریضے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس کی اشاعت، فروغ اور پرچار کی ذمہ داریوں سے خود کو کبھی بری الذمہ نہ سمجھے بلکہ یہ دونوں آپ ہی کے مناصب ہیں۔

5: جس استاد سے ایک حرف بھی پڑھا ہو اس کا ادب و احترام کریں۔

الددین کلہ ادب۔ ادب وہ پہلا زینہ ہے جس کو عبور کیے بغیر آپ دین کا فیض عام نہیں کر سکتے۔ محض نقوش اور الفاظ کی شناخت کو ہر گز ہر گز علم نہ سمجھیں بلکہ علم اور اس میں پختگی ادب سے ہی آتی ہے۔ اس لیے وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہا کریں اور ان کے پاس جاتے وقت حسب استطاعت اور حسب منشاء تحائف بھی لے جایا کریں اپنے کام کی کارگزاری ان کو سناتے رہیں اور ان سے مشاورت کو کبھی نظر انداز نہ کریں دین و دنیا کی بھلائیاں آپ کے قدم چومیں گی۔

6: اپنے ساتھ دروس میں شریک طلبہ کے ساتھ معاملات میں گزری رفاقت کا خیال رکھیں۔

استاذہ کا ادب اور احترام ان کی علوشان کی وجہ سے ہوتا ہے انسان کا کمال یہ ہوتا ہے کہ اپنے ہم عصر ساتھیوں خصوصاً اپنے ہم سبق دوستوں کی دل میں جگہ ہو ان سے گاہے بگاہے رابطہ رکھیں اگر وہ کسی مشکل میں ہیں تو حتی الامکان ان کی دادرسی کریں اور ان کو اپنے دکھ سکھ میں شریک رکھا کریں۔

7: اکابر و مشائخ پر مکمل اعتماد رکھیں اور اختلافی مسائل میں جمہور امت کا دامن نہ چھوڑیں۔ اکابر کے ساتھ کسی مسئلہ میں رائے کا اختلاف ہو تو اپنی رائے پر اکابر کی

رائے کو ترجیح دیں۔

امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحديث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے دارالعلوم کراچی میں طلباء کو جو نصیحت فرمائی تھی، میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں، فرماتے ہیں: میں نے تقریباً پچاس سال تک مختلف فکری و اعتقادی اور فقہی و اجتہادی مسائل پر تحقیق کی اور تحقیق کے دوران بعض علمی و فقہی ایسے مسائل بھی میرے سامنے آئے جن کے بارے میں ذاتی تحقیق و مطالعہ کی بناء پر میری ذہنی رائے اکابر اہل السنۃ کی تحقیقی رائے سے مختلف رہی لیکن میں نے تقریری و تحریری طور پر کبھی پبلک کے سامنے اپنی ان ذہنی آراء کا اظہار نہیں کیا۔ اس لیے کہ خود کو اکابر و اسلاف کی علمی و تحقیقی سطح کے برابر لانے کا تصور بھی دل میں پیدا نہیں ہوا۔ ہمیشہ یہی سوچا کہ میری اس ذہنی رائے کے پیچھے تحقیق میں کوئی نہ کوئی کمی موجود ہے۔ اسی سوچ و فکر کے تحت ہمیشہ اپنے اکابر و اسلاف کی تحقیقی آراء کو ہی اصح سمجھا، انہی کو دل و جان سے قابل قبول جانا اور انہی کی اتباع و پیروی کو اپنے لیے باعث ہدایت و نجات سمجھا۔ بلکہ ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی تھے جن کے بارے میں طویل مدت کے بعد تحقیقی طور پر بھی مجھ پر یہ منکشف ہو گیا کہ اس مسئلہ میں بھی اکابر کی تحقیق و رائے ہی مدلل و محقق تھی۔ میں نے جن دلائل پر اپنی رائے قائم کی تھی وہ توریت کا گھروندا تھے۔ اس لیے میں اپنے عزیز علماء کرام اور طلبہ سے درخواست کرتا ہوں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اکابر و اسلاف کی اجماعی و اتفاقی تحقیقات و تعلیمات سے کبھی انکار و انحراف نہ کرنا اور نہ ہی کبھی جمہور اہل السنۃ کا دامن چھوڑنا کیونکہ ہمارے علم و فن اور دیانت و امانت کی انتہا بھی ان کے علم و حکمت کی ابجد کو نہیں چھو سکتی انہی پر اعتماد میں ہماری نجات ہے اور انہی میں ہمارے لیے خیر و برکت ہے۔

8: دینی مدارس میں علوم نبوت کے حصول کے بعد معمولات نبوت کے حصول کے لیے خانقاہوں میں اہل اللہ کی صحبت میں کچھ وقت ضرور گزاریں۔

یعنی کسی اللہ والے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں اصلاحی تعلق قائم فرمائیں اور علم حدیث میں جیسے آپ کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اسی طرح کسی شیخ طریقت سے بیعت ہو کر روحانی سلاسل میں اپنی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مضبوط بنائیں۔ اس کے فوائد و اثرات آپ اپنی عملی زندگی میں محسوس فرمائیں گے۔

9: اگر آپ محقق، سکھ بند، پختہ علم اور بالغ نظر عالم بننے کے خواہاں ہیں تو تشدد کی بجائے تسدّد اور تعصب کی بجائے تصلّب والا مزاج بنائیں۔

10: اختلافی مسائل میں گفتگو کرتے ہوئے اعتدال کا خیال رکھیں۔

دلیل اور برہان کی زبان سے اہل باطل کے اوہام و وساوس کی تردید کریں اور فراست و بصیرت کو اپنا کر عملی میدان میں آئیں کسی بھی مسئلے میں راہ اعتدال کو نہ چھوڑیں کیونکہ ہمارے اکابر کا مزاج اعتدال پسندی والا رہا ہے اس کے فوائد ہیں کہ آج فرق باطلہ کے حاملین ہماری طرف کھچے چلے آرہے ہیں دوسروں کے بزرگوں کی پکڑیاں اچھالنا اہل علم و فضل کا شیوہ نہیں ہے۔

میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع، عمل صالح اور رزق واسع نصیب فرمائے، مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی نیک نامی کا ذریعہ بنائے اور آپ کی تمام مساعی کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

محدثین؛ فقہاء کو اپنے سے آگے رکھتے تھے

علامہ خالد محمود مدظلہ

پی-ایچ-ڈی لندن

محدثین اپنے آپ کو حامل فقہ سمجھتے اور فقہاء کو اپنے سے آگے کے درجہ میں رکھتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ”رُبَّ حَامِلٍ فُقِهٍ غَيْرِ فُقِيهِ“ ہر وقت ان کے پیش نظر تھا کہ راوی حدیث ہونا اور بات ہے اور فقیہ ہونا اور بات ہے۔

[1] دیکھئے حضرت علامہ شعبی رحمہ اللہ م 100ھ کس انکساری سے کہتے ہیں: اِنَّا كُنَّا بِالْفُقَهَاءِ وَلَكِنَّا سَمِعْنَا الْحَدِيثَ فَزَوَيْنَاهُ الْفُقَهَاءَ

[تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 179 اردو]

ترجمہ: ہم فقہاء نہیں ہیں، ہم حدیث سنتے ہیں اور آگے بیان کر دیتے ہیں۔

[2] حضرت اعش رحمہ اللہ م 148ھ کس عظیم درجہ کے محدث ہیں؛ دیکھئے آپ فقہاء

کی کتنی قدر کرتے تھے؟! یا معشر الفقہاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة

[نشر العرف ص 129]

ترجمہ: اے گروہ فقہاء! طبیب تم ہو، ہم تو صرف دوائیں لگائے بیٹھے ہیں۔

[3] حضرت امام سفیان الثوری رحمہ اللہ م 161ھ کس درجے کے محدث ہیں، یہ علامہ

ذہبی رحمہ اللہ سے معلوم کیجیے۔ آپ نامور فقیہ اور سید الحفاظ ہیں، آپ سے عبد اللہ بن

مبارک، یحییٰ القطان، ابن وہب، وکیع رحمہم اللہ اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علم

حدیث حاصل کیا۔ امام شعبہ، یحییٰ بن معین اور محدثین کی ایک جماعت نے آپ کو



”امیر المومنین فی الحدیث“ کا خطاب دیا ہے۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک ہزار ایک سو شیوخ سے علم حاصل کیا؛ ان میں ایک بھی سفیان ثوری رحمہ اللہ سے افضل نہیں پایا۔

[تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 173 اردو]

آپ فقیہ کو کیا مقام دیتے ہیں یہ ان سے سنئے: لو أن فقیهاً علی رأس جبل لکان هو الجماعة.

[شرح السنۃ ج 1 ص 279]

ترجمہ: ایک فقہ جاننے والا پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو تو وہ اکیلا ایک بڑی طاقت ہے۔ محدثین نے عثمان المقرئ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ م 110ھ کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ پہلے عثمان نے کہا: لیس ہکذا یقول الفقہاء یعنی فقہاء اس طرح نہیں کہتے۔

[4] اس پر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: ویحک ورایت انت فقیها؟

[سنن دارمی ج 1 ص 279]

ترجمہ: تیری برابری! کیا تو نے کبھی کوئی فقہ دیکھا ہے؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں فقہاء کتنی عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ [5] حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ م 124ھ کس مرتبے کے محدث ہیں، یہ بات کسی بھی صاحب علم سے مخفی نہیں۔ آپ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے: ما عبد الله بمثل الفقه

[شرح السنۃ البغوی ج 1 ص 279]

ترجمہ: اللہ کی عبادت کا بہترین پیرایہ دین میں تقہ ہے۔ [6] حضرت امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ م 197ھ لکھتے ہیں: حدیث یتداولہ

الفقہاء خیر من ان يتداوله الشيوخ

[معرفت علوم الحدیث ص 11]

ترجمہ: حدیث فقہاء کے ہاتھ لگے اس سے بہتر ہے کہ وہ شیخ الحدیث کے ہاتھ لگے۔
[7] مشہور محدث ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ م 235ھ تاویل الاحادیث میں فقہاء کو ہی عالم سمجھتے ہیں، آپ نے ”المصنف“ میں یہ باب باندھا ہے: ما حفظت فیمن عبّر من الفقہاء۔

[المصنف ج 6 ص 183]

ترجمہ: جو فقہاء سمجھے گئے ہیں، میں نے ان میں سے کیا کچھ لیا ہے۔
[8] حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ م 279ھ فقیہ کی عظمت کا اقرار ان الفاظ میں کرتے ہیں: وكذلك قال الفقہاء وهم أعلم بمعانی الحدیث

[جامع ترمذی ج 1 ص 118]

ترجمہ: اور اسی طرح فقہاء نے کہا ہے اور وہ حدیث کے معنوں کو زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔

[9] امام ابو داؤد رحمہ اللہ م 175ھ کو دیکھئے، کس شرح صدر سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں: رحمہ اللہ ابا حنیفۃ کان اماما

[الانقضاء ص، تذکرہ ج 5 ص 160]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر رحم فرمائے، آپ بے شک امام تھے۔
[10] حضرت عبدالرحمان ابن الجوزی رحمہ اللہ م 597ھ محدث جلیل کو کون نہیں جانتا، آپ فقہاء کو کیا مقام دیتے ہیں؛ ملاحظہ کیجیے:

اعلم ان فی الحدیث دقائق وآفات لا یعرفها الا العلماء الفقہاء

[دفع شبه التنبیہ ص 26]

ترجمہ: جان لو کہ حدیث میں کئی باریکیاں اور پیچیدگیاں لپٹی ہیں جنہیں وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں۔

[11] علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م 852ھ کی محدثانہ شان کس سے چھپی ہوگی، آپ بھی فقہاء کو یہی اونچا مقام دیتے ہیں: فان علمہ الحلال والحرام انما يتلقى من الفقهاء

[فتح الباری ج 9 ص 31]

ترجمہ: حلال و حرام کا علم فقہاء ہی سے لیا جاسکتا ہے۔

حضرت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ م 273ھ اور امام دارمی رحمہ اللہ م 255ھ دونوں حضرات امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب پر چلتے تھے۔

[دیکھئے الانصاف]

اور فقیہ کے سائے میں چلنا ان کے ہاں عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ دونوں امام حدیث تھے مگر حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ محدث ہونا انہیں کسی امام فقہ کی پیروی سے نہ روکتا تھا۔ امام عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ م 303ھ کو لیجیے، انہوں نے مناسک حج پر فقہ کی ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر ترتیب دی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی آپ کو ”شافعی المذہب“ لکھا ہے۔

[ابجد العلوم ص 81]

امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ م 321ھ نے معانی الآثار اور مشکل الآثار جیسی عظیم کتابیں حدیث پر لکھی ہیں، مگر آپ حنفی المذہب تھے۔

[دیکھئے لسان المیزان ج 1 ص 276]

مولانا مبارک پوری لکھتے ہیں: آپ حنفی تھے۔

[دیکھئے مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص 92]

آپ کئی مقامات پر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف بھی کرتے ہیں، آپ مجتہد فی المسائل تھے۔ اتنے بڑے محدث ہو کر کس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سائے میں چلے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ م 256ھ بہت سے مسائل میں شافعی المذہب ہیں لیکن کئی مقامات پر انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کی مخالفت بھی کی ہے کہ آپ ایک درجے میں مجتہد ہیں۔ آپ کی فقہ آپ کے تراجم ابواب میں ہے، فقہ کی عظمت آپ کے ذہن میں کتنی تھی؟ اس کا پتہ آپ کی اس روایت سے چلتا ہے جو آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "کونوا ربانین" کی تفسیر میں نقل کی ہے:

{ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ } حُلَمَاءُ فَقَهَاءُ

[صحیح بخاری ج 1 ص 16]

ترجمہ: تم ہو جاؤ حکمت کے حاملین علم کے جانشین اور فقہ کے خوشہ چین۔

[آثار التشریع ج 1 ص 134 تا 137]

چند احادیث مبارکہ کی ایمان افروز تشریح

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، ان کو سمجھنا، ان پر عمل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا دین کی ایک عظیم خدمت بھی ہے اور عمل کا ایک بہترین باب بھی۔ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے عالی ذوق پر کئی احادیث کی تشریح فرمائی ہے۔ ہم چند احادیث مع تشریح ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ مفتی شبیر احمد حنفی

حدیث نمبر 1:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات)

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب قدر میں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف فرمائی کیونکہ ”ثَنَاءُ الْكَرِيمِ دُعَاءُ“ کریم کی تعریف کرنا اس سے مانگنا ہے اور جو چیز کریم سے لینا ہوتی ہے اسی صفت کی تعریف کرتے ہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کو معافی دلوانی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفت عفو کا واسطہ دیا: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ اِیْ إِنَّكَ اَنْتَ كَاشِرُ الْعَفْوِ۔ اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور کریم کیوں فرمایا؟ تاکہ امت کے گنہگار بندے بھی محروم نہ رہیں کیونکہ کریم کے معنی ہیں: الَّذِي يُعْطِي بَدُوْنَ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْهِنَةِ۔ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر بھی فضل فرمادے اگرچہ استحقاق نہ بنتا

ہو، تو کریمہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گنہگاروں کو مایوسی سے بچالیا کہ تم مانگو، تمہارا پالا کریم مالک سے ہے جو بدوینِ استحقاق اپنے نالائقوں کو بھی عطا فرماتا ہے۔ تُحِبُّ الْعَفْوَ کی شرح ہے کہ اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُورَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلَى عِبَادِكَ۔ اپنے بندوں کو معاف کرنا یہ عمل آپ کو بہت محبوب ہے، فَأَعْفُ عَنِّي۔ پس ہم کو معاف کر دیجئے، اپنا محبوب عمل ہم گنہگاروں پر جاری فرما کر ہمارا بیڑا پار کر دیجئے۔

کعبہ شریف میں جا کر یہ دعا مانگنے کا بہترین موقع ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے اپنے ملکوں سے آئے ہیں آپ کو کریم جان کر۔ ہر آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو کوئی تحفہ لے کر جاتا ہے اپنے اپنے ملکوں سے، آپ کے پاس ہم اپنے گناہوں پر ندامت اور توبہ و استغفار اور طلبِ معافی کی درخواست کا تحفہ لائے ہیں تاکہ آپ ہم کو معاف کر کے اپنی صفتِ عفو کا ہم پر ظہور فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری فرمادیں، کیونکہ ہم نالائقوں کے پاس آپ کے لائق اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں مگر یہ تحفہ ہم نے آپ کے رسول سرورِ عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جن سے زیادہ آپ کا کوئی مزاج شناس نہیں۔ (فیوضِ ربانی، صفحہ ۸۲-۸۳)

حدیث نمبر 2:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَبِّ لِيَسِينِ فِيَّ وَالْمُتَوَارِينَ فِيَّ
(موطا مالک، کتاب الجامع باب ما جاء في المتحابين في الله)

ترجمہ: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میری محبت میں آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور میرے لیے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا:

یہ اللہ والی محبت اتنی بڑی نعمت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ. جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں، میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے، یعنی احساناً اپنے ذمہ واجب کر لیتا ہوں۔ میں ان سے محبت کرنے لگتا ہوں، جس کی برکت سے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ صرف قلبی محبت پر اکتفا نہ کرو جسم کو بھی اللہ والوں کے پاس لے جاؤ کیونکہ قلب چل نہیں سکتا، قالب کے ذریعہ جائے گا۔ لہذا فرمایا: وَالْمُتَجَاوِلِينَ فِيَّ. اپنے قلب کو قالب کی سواری پر لے جاؤ اور اللہ والوں کے پاس جا کر بیٹھو، اس کے بعد الْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ فرمایا اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہو، وہیں نہ رہ جاؤ کہ بال بچوں کو اور ذریعہ معاش و تجارت کو چھوڑ دو اور اس کے بعد وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ ہے کہ یہ بندے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جان لے لینا لیکن مال کی بات نہ کرنا۔ گر جاں طلبی مضائقہ نیست و زر طلبی سخن درین ست۔ لہذا ایک دوسرے پر خرچ بھی کرو۔ صوفیاء کو اللہ نے یہ نعمت بھی عطا فرمائی ہے کہ ایک دوسرے پر خرچ بھی کرتے ہیں۔ (فیوض ربانی، ص: ۱۰)

شعبان المعظم وشب براءت؛ فضائل واحکام

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

اسلامی سال کا آغاز ماہِ محرم سے اور اختتام ماہِ ذوالحجہ پر ہوتا ہے۔ شعبان آٹھواں اسلامی مہینہ ہے جو رمضان المقدس سے پہلے آتا ہے۔ اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فضیلت عطا فرمائی ہے، جس کی عظیم وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مہینے میں ماہِ رمضان کے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کی تیاری کا موقع ملتا ہے۔ رمضان جو اپنی برکتوں، رحمتوں اور عنایات ربانی کا موسم بہار ہے اس کی تیاری کا ماہ شعبان سے شروع ہونا اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ گویا شعبان کو رمضان کا ”مقدمہ“ کہنا چاہیے۔

ماہ شعبان کی فضیلت:

ماہ شعبان عظمت والا مہینہ ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خصوصیت سے خیر وبرکت کی دعا فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ (مشکوٰۃ المصابیح: رقم الحدیث 1396)

ترجمہ: جب رجب کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا۔



چونکہ یہ رمضان کا مقدمہ ہے، اس لیے اس میں رمضان کے استقبال کے لیے تیاری کی جاتی ہے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں رمضان کی تیاری کی ترغیب دی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَطْلَكُمُ شَهْرٌ عَظِيمٌ مُبَارَكٌ الْحَدِيثُ

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ فضائل اعمال از شیخ الحدیث رحمہ اللہ ص 472)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے مہینہ کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فلک ہونے والا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ قدر، تراویح، مغفرت باری تعالیٰ اور رمضان میں اہتمام سے کیے جانے والے خصوصی اعمال کا تذکرہ فرمایا۔

شعبان کی فضیلت اس بات سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چاند اور اس کی تاریخوں کے حساب کا بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

أَخْصُوا أَهْلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ

(جامع الترمذی: رقم الحدیث 687)

ترجمہ: شعبان کے چاند (تاریخوں) کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھو تاکہ رمضان کا حساب ہو سکے۔

یعنی رمضان کے صحیح حساب کے لیے شعبان کا چاند اور اس کی تاریخوں کو خصوصیت سے یاد رکھا جائے۔ جب شعبان کی آخری تاریخ ہو تو رمضان کا چاند دیکھنے میں پوری کوشش کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، بلکہ رمضان کے بعد جس مہینہ میں روزوں کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے وہ یہی شعبان کا مہینہ ہے۔ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

1: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَفْطِرُ وَيَقُولُ لَا يَصُومُ فَمَارَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرِ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1969، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1156)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھنا شروع فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ رکھنا ختم نہ کریں گے اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ رکھنے پہ آتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب روزہ کبھی نہ رکھیں گے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان شریف کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

2: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُهُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ

(جامع الترمذی: رقم الحدیث: 736، سنن النسائی: رقم الحدیث: 2180)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینہ سے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے علاوہ پورے شعبان کے روزے رکھتے، بلکہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم تو پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے۔

یہاں پورے شعبان کے روزے رکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر شعبان روزے رکھا کرتے تھے، کیونکہ بعض مرتبہ اکثر پر ”کل“ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

3: فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: الْمَرْغُوبَاتُ مِنَ الصِّيَامِ أَنْوَاعٌ أَوَّلُهَا صَوْمُ الْحَرَمِ وَالثَّانِي صَوْمُ رَجَبٍ وَالثَّلَاثُ صَوْمُ شَعْبَانَ وَصَوْمُ عَاشُورَاءَ (ج 1 ص 202)
ترجمہ: مستحب روزوں کی کئی قسمیں ہیں؛ ۱: محرم کے روزے، ۲: رجب کے روزے، ۳: شعبان اور عاشوراء کے روزے۔

نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے کی تحقیق:

جامع الترمذی میں روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَقِيَ نِصْفُ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا (جامع الترمذی: رقم الحديث 738)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کا مہینہ آدھا رہ جائے تو روزہ نہ رکھا کرو۔

اس جیسی روایت کے پیش نظر فقہاء کرام نے پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ قرار دیا ہے، البتہ چند صورتوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ ان میں پندرہ شعبان کے بعد روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ صورتیں یہ ہیں:

1: کسی کے ذمہ قضاء روزے ہوں یا واجب (کفارہ وغیرہ کے) روزے ہوں اور وہ انہیں ان ایام میں رکھنا چاہتا ہو۔

2: ایسا شخص جو شروع شعبان سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہو۔



3: ایسا شخص کہ جس کی عادت یہ ہے کہ مخصوص دنوں یا تاریخوں کے روزے رکھتا ہے، اب وہ دن یا تاریخ شعبان کے آخری دنوں میں آرہی ہے تو ایسے شخص کے لیے روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ایسی کمزوری کا خطرہ نہ ہو کہ جس سے رمضان کے روزوں کا حرج ہونے کا اندیشہ ہو۔ (درس ترمذی: ج 2 ص 579 بغیر لیسر)

نصف شعبان کے بعد روزہ کی کراہیت کی وجہ کیا ہے؟ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میرا تو ذوق یہ کہتا ہے کہ رمضان شریف میں جو جاگنا ہو گا اس شب کا جاگنا اس کا نمونہ ہے اور یہ صوم ایام رمضان شریف کا نمونہ ہے۔ پس دونوں نمونے رمضان کے ہیں، ان نمونوں سے اصل کی ہمت ہو جاوے گی۔ پھر اس صوم کے بعد جو صوم سے منع فرمایا اس میں حقیقت میں رمضان کی تیاری کے لیے فرمایا ہے کہ جب شعبان آدھا ہو جائے تو روزہ مت رکھو۔ مطلب یہ کہ سامان شروع کرو رمضان کا یعنی کھاؤ، پیو اور رمضان کے لیے تیار ہو جاؤ اور یہ امید رکھو کہ روزے آسان ہو جائیں گے۔“

(خطبات حکیم الامت: خطبات حکیم الامت: ج 7 ص 391)

شعبان کی پندرہویں رات؛ شب براءت:

ماہ شعبان کی پندرہویں رات بہت فضیلت والی رات ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں اور اسلاف امت بھی اس کی فضیلت کے قائل چلے آ رہے ہیں۔ اس رات کو ”شب براءت“ کہتے ہیں، اس لیے کہ اس رات لاتعداد انسان رحمت باری تعالیٰ سے جہنم سے نجات حاصل کرتے ہیں۔

شب براءت کے متعلق لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو سرے سے اس کی فضیلت کے قائل ہی نہیں بلکہ اس کی فضیلت میں جو احادیث

مروی ہیں انھیں موضوع و من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بعض فضیلت کے قائل تو ہیں لیکن اس فضیلت کے حصول میں بے شمار بدعات، رسومات اور خود ساختہ امور کے مرتکب ہیں، عبادت کے نام پر ایسے منکرات سرانجام دیتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

اس بارے میں معتدل نظریہ یہ ہے کہ شعبان کی اس رات کی فضیلت ثابت ہے لیکن اس کا درجہ فرض و واجب کا نہیں بلکہ محض استحباب کا ہے، سرے سے اس کی فضیلت کا انکار کرنا بھی صحیح نہیں اور اس میں کیے جانے والے اعمال و عبادات کو فرائض و واجبات کا درجہ دینا بھی درست نہیں۔

فضیلت شب براءت احادیث مبارکہ سے:

شبِ براءت کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن چونکہ فضائل میں ضعاف بھی مقبول ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب ”فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ“ ص: 13، 12) اور کثرتِ روایات و اسناد مل کر اس ضعف کو دور کر دیتی ہیں۔ مزید امت کا تعامل اور اسلاف کا اس رات کے قیام پر عمل پیرا چلے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایات مقبول ہیں اور لیلۃ البراءت کی اصل ضرور ہے۔ چند ایک روایات نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 1: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ [ایک رات] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **أَتَذَرِينَ أُمَّي لَيْلَةَ هَذِهِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: هَذِهِ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَطْلُعُ عَلَى عِبَادِهِ فِي لَيْلَةِ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِينَ، وَيَرْحَمُ الْمُسْتَزَحِّجِينَ، وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحَقْدِ كَمَا هُمْ.** قال الامام البيهقي: هذا مرسَلٌ جَيِّدٌ

(شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث 3554، کنز العمال: رقم الحدیث 7450)

ترجمہ (اے عائشہ!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اس رات اللہ رب العزت اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتے ہیں؛ بخشش چاہنے والوں کو بخش دیتے ہیں، رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتے ہیں اور بغض رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث نمبر 2:

عَنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "يُنْزِلُ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ أَوْ فِي قَلْبِهِ شَحْنَاءٌ. (شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث 3546، مجمع الزوائد للہیثمی: رقم 12957)

قال الهیثمی: رواه البزار وفيه عبد الملك بن عبد الملك ذكره ابن أبي حاتم في الجرح والتعديل ولم يضعفه وبقية رجاله ثقات

(مجمع الزوائد للہیثمی: تحت الرقم 12957)

قال المنذرى: اسنادہ لا باس به۔ (الترغیب والترہیب: تحت الرقم 4190)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں (کما یلیق بشانہ) اس رات ہر ایک کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوائے اس شخص کے جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا ہو یا وہ شخص جس کے دل میں (کسی مسلمان کے خلاف) کینہ بھرا ہو۔

حدیث نمبر 3:

عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: هل تدرين ما هذه



اللیل؟ یعنی لیلة النصف من شعبان قالت: ما فیہا یا رسول اللہ فقال: فیہا أن یکتب کل مولود من بنی آدم فی هذه السنة و فیہا أن یکتب کل ہالک من بنی آدم فی هذه السنة و فیہا ترفع أعمالہم و فیہا تنزل أرزاقہم۔

(مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث 1305)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے عائشہ!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں رات میں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس میں کیا ہوتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال جتنے انسان پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے لوگ اس سال میں مرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں۔ اس رات بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقررہ روزی اترتی ہے۔

تنبیہ: اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شبِ براءت کے بعد والے سال میں پیدا ہونے والے اور فوت ہونے والے انسانوں کے نام وغیرہ اس رات میں لکھے جاتے ہیں جبکہ یہ چیزیں تو لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہیں، پھر لکھنے کا کیا مطلب؟ جواب یہ ہے کہ اس رات میں لکھنے سے مراد یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے فہرستیں لکھ کر ان امور سے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حدیث نمبر 4: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلِلَّهِ فِيهَا عَتَقَاءُ مِنَ النَّارِ بَعْدَ شُعُورِ غَنَمِ كَلْبٍ، لَا يَنْظُرُ اللَّهُ فِيهَا إِلَى مُشْرِكٍ، وَلَا

إِلَى مُشَاجِرٍ، وَلَا إِلَى قَاطِعٍ رَحِمَ، وَلَا إِلَى مُسِيلٍ، وَلَا إِلَى عَاقٍ لَوِ الدِّيَةِ، وَلَا إِلَى مُدْمِنٍ
تَمَرٍ۔ (شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث 3556)

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ شعبان کی
پندرہویں رات ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر
لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے لیکن اس رات مشرک، کینہ رکھنے والے، قطع رحمی
کرنے والے، ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے، ماں باپ کے نافرمان اور شراب کے
عادی کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتے۔

شبِ براءت اکابرین امت کی نظر میں:

1: جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا مِنْ لَيْلَةٍ بَعْدَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَفْضَلُ مِنْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ

(لطائف المعارف: ابن رجب الحنبلی: ص 151)

ترجمہ: لیلۃ القدر کے بعد شعبان کی پندرہویں رات سے زیادہ افضل کوئی رات نہیں۔

2: علامہ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ التَّابِعُونَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ كَخَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ
وَمَكْحُولٍ وَلُقْمَانَ بْنِ عَامِرٍ وَغَيْرِهِمْ يُعْظِمُونَهَا وَيَجْتَهِدُونَ فِيهَا فِي الْعِبَادَةِ وَعَنْهُمْ
أَخَذَ النَّاسُ فَضْلَهَا وَتَعْظِيمَهَا۔ (لطائف المعارف: ابن رجب الحنبلی: ص 151)

ترجمہ: اہل شام کے تابعین حضرات مثلاً امام خالد بن معدان، امام مکحول، امام لقمان بن
عامر وغیرہ شعبان کی پندرہویں رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس رات خوب محنت سے
عبادت فرماتے تھے۔ انہی حضرات سے کوگوں نے شبِ براءت کی فضیلت کو لیا ہے۔

3: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَبَلَّغْنَا أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِي خَمْسِ لَيَالٍ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ



وَلَيْلَةُ الْأَخْصَى وَلَيْلَةُ الْفِطْرِ وَأَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ وَلَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَأَنَا أَسْتَحِبُّ كُلَّ مَا حُكِيَتْ فِي هَذِهِ اللَّيَالِي مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ فَرَضًا

(کتاب الام للشافعی: ج 1 ص 231، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 3، ص 319)

ترجمہ: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا [زیادہ] قبول ہوتی ہے۔ ۱: جمعہ کی رات، ۲: عید الاضحیٰ کی رات، ۳: عید الفطر کی رات، ۴: رجب کی پہلی رات، ۵: نصف شعبان کی رات۔ میں نے ان راتوں کے متعلق جو بیان کیا ہے اسے مستحب سمجھتا ہوں فرض نہیں سمجھتا۔

4: علامہ زین الدین بن ابراہیم الشہیر بابت نجم المصری الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ الْمُنْدُوبَاتِ إِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَلَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ وَلَيَالِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ وَلَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ كَمَا وَدَدْتُ بِهِ الْأَحَادِيثُ وَذَكَرَهَا فِي التَّوْغِيبِ وَالتَّزْهِيْبِ مُفَصَّلَةً (البحر الرائق لابن نجيم: ج 2، ص 56)

ترجمہ: رمضان کی آخری دس راتوں میں، عیدین کی راتوں میں، ذوالحجہ کی دس راتوں میں، شعبان کی پندرہویں رات میں شب بیداری کرنا مستحبات میں سے ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور علامہ منذری رحمہ اللہ نے انہیں ”الترغیب والترہیب“ میں مفصلاً بیان کیا ہے۔

5: خاتمۃ المحرثین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ اکتسمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هَذِهِ اللَّيْلَةُ لَيْلَةُ الْبَرَاءَةِ وَصَحَّ الْوَايَاتُ فِي فَضْلِ لَيْلَةِ الْبَرَاءَةِ

(العرف الشذی: ج 2 ص 250)

ترجمہ: یہ رات ”لیلۃ البراءت“ ہے اور اس لیلۃ البراءت کی فضیلت کے بارے میں روایات صحیح ہیں۔

6: حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شبِ براءت کی اتنی اصل ہے کہ پندھویں رات اور پندرہواں دن اس

مہینے کا بہت بزرگی اور برکت کا ہے۔“ (بہشتی زیور: حصہ ششم، ص 58)

7: شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”شبِ براءت کی فضیلت میں بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں سے

بیشتر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ”الدر المنثور“ میں جمع کر دی ہیں..... ان روایات

کے ضعف کے باوجود شبِ براءت میں اہتمام عبادت بدعت نہیں۔ اول تو اس لیے کہ

روایات کا تعدد اور ان کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ لیلۃ البراءت کی فضیلت بے اصل

نہیں، دوسرے امت کا تعامل لیلۃ البراءت میں بیداری اور عبادت کا خاص اہتمام

کرنے کا رہا ہے اور یہ بات کئی مرتبہ گزر چکی ہے کہ جو بھی ضعیف روایت مؤید بالتعامل

ہے وہ مقبول ہوتی ہے۔ لہذا لیلۃ البراءت کی فضیلت ثابت ہے اور ہمارے زمانے کے

بعض ظاہر پرست لوگوں نے احادیث کے محض اسنادی ضعف کو دیکھ کر لیلۃ البراءت

کی فضیلت کو بے اثر قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ درست نہیں“

(درسِ ترمذی: ج 2 ص 579)

پندرہ شعبان کا روزہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ

فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِعُرْوٍ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا

فَيَقُولُ أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مُسْتَزِرٌّ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَّاءٌ

أَلَا كَذَّاءٌ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 1388، شعب الایمان للسیبقتی: ج 3، ص 378)

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج غروب ہونے سے (لے کر صبح صادق تک) آسمان دنیا پر (کھایلیق بشانہ) نزول فرماتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں: ”ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا؟ تو میں اس کو بخش دوں! ہے کوئی رزق کا طالب؟ میں اس کو رزق دوں! ہے کوئی مصیبت زدہ؟ میں اس کو مصیبت سے نجات دوں! ہے کوئی ایسا؟ ہے کوئی ایسا؟ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ اعلان صبح صادق تک جاری رہتا ہے۔“

قلت: اسنادہ ضعیف و الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال، راجع للتفصیل الی کتابی ”فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ“

اس حدیث میں پندرہ شعبان کے روزے کا تذکرہ ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض (ہر مہینہ میں ۱۳، ۱۴، ۱۵) کے روزے بھی رکھا کرتے تھے، اور پندرہ شعبان بھی انہی تاریخوں میں سے ہے۔ ان وجوہ سے بعض علماء کرام نے پندرہ شعبان کا روزہ مستحب قرار دیا ہے۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اسے سنت یا ضروری نہ سمجھا جائے۔ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پندرہویں تاریخ شعبان کا روزہ مستحب ہے، اگر کوئی رکھے تو ثواب ہے اور

نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں ہے“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج 6 ص 309)

شبِ برأت میں قبرستان میں جانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:



فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فخرت فإذا هو بالبقيع فقال أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله؟ قلت يا رسول الله إني ظننت أنك أتيت بعض نساءك فقال إن الله عز وجل ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيفغر لأكثر من عدد شعر غنم كلب. (جامع الترمذی رقم: 739)

ترجمہ: ایک رات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس نہ پایا، تو میں آپ کی تلاش میں نکلی۔ پس کیا دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرماتھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر زیادتی کر سکتے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتے ہیں۔

اس روایت سے آنحضرت کا شب براءت میں قبرستان جانا معلوم ہوا لیکن آپ کا اس پر مداوت اختیار کرنا ثابت نہیں لہذا اسے سنت مستمرہ نہ کہا جائے گا بلکہ شب براءت میں کبھی کبھی شب براءت میں زیارت قبور کے لیے چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن ہر شب براءت میں جانے کا اہتمام والتزام کرنا، اسے ضروری سمجھنا، اسے شب براءت کے ارکان میں داخل کرنا اور قبرستان کی اس حاضری کو شب براءت کا جزو لازم سمجھنا منکرات میں سے ہے۔ قبور پر اجتماعی حاضری، میلہ ٹھیلہ کا سماں اور چراغاں کرنا وغیرہ ایسے امور میں جو بدعات ہیں۔ اس طرح یہ عمل مستحب نہیں بلکہ گناہ بن جائے گا۔ آنحضرت سے جس درجہ میں یہ عمل ثابت ہوا اسی میں رکھا جائے تاکہ وہ عمل منکر اور گناہ ہونے سے بچ جائے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی

عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے لیلۃ البراءت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع جانا معلوم ہوا، جو شب براءت میں قبرستان جانے کی اصل ہے۔ لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مداومت ثابت نہیں اس لیے اس کو سنتِ مستمرہ کا درجہ دینا بھی صحیح نہیں۔ ہاں کبھی کبھی چلا جائے تو مضائقہ نہیں“

(درس ترمذی: ج 2 ص 581)

شب براءت کی چند بدعات و منکرات:

1: مساجد میں شب بیداری کے لیے عوام کا اجتماع کرنا، اشتہارات و اعلانات کے ذریعے لوگوں کو جمع کرنا۔

2: شب براءت میں خاص قسم کی نمازیں پڑھنا۔ مثلاً ایک موضوع و من گھڑت روایت کی بنا پر سور کعت والی نماز پیش کی جاتی ہے۔ (درس ترمذی: ج 2 ص 579)

3: شب براءت میں حلوہ کا پابندی سے پکانا اور اس کے بغیر شب براءت کی فضیلت سے محروم ہونے کا نظریہ رکھنا۔

4: شب براءت میں فوت شدہ لوگوں کی ارواح کا اپنے گھروں میں واپس آنے کا عقیدہ رکھنا۔

5: شب براءت میں قبرستان میں میلا کرنا، چراغاں کرنا اور جماعتوں اور ٹولیوں کی شکل میں جمع ہونا۔

6: شب براءت میں مسور کی دال پکانے کو ضروری سمجھنا۔

7: شب براءت میں آتش بازی کرنا۔

تذکرۃ الفقہاء:

آخری قسط

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شمار فقہاء میں ہوتا ہے۔ قرآن سنت سے استنباط اور روزمرہ کے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے میں کمال درجہ کی صلاحیت سے بہرہ ور تھیں۔ ان کے اجتہادات و استنباطات کا تذکرہ چل رہا ہے، اسی سلسلے کی کڑی درج ذیل مسائل بھی ہیں جو کہ پیش خدمت ہیں۔

عورت کا باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد آنا:

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے ہر نبی کی شریعت میں فحاشی، عریانی اور بدکاری کو غلط سمجھا گیا۔ اسلام چونکہ ایک کامل و مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لئے اسلام میں صرف جرائم ہی نہیں بلکہ جرائم کے اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اگر شرک حرام ہے تو شرک کا سبب بننے والی تصویر بھی حرام۔ خود حدیث مبارک میں وارد ہے:

أَلْحَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الْمُمِشَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَّاجٌ يَزْعِي حَوْلَ الْحَبَى يُوشِكُ أَنْ يُوْاقِعَهُ.

صحیح البخاری: باب فضل من استبرأ لدينه

ترجمہ: حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی ظاہر ہے) اور دونوں کے درمیان میں شبہ کی چیزیں ہیں کہ جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچے



اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا اور جو شخص شہوں (کی چیزوں) میں مبتلا ہو جائے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے کہ جانور شاہی چراگاہ کے قریب چر رہا ہو جس کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک دن اس کے اندر بھی داخل ہو جائے۔

یعنی اسلام میں حرام کے ساتھ ساتھ ان امور سے بچنا بھی ضروری ہے جو بعد میں حرام کا مرتکب بنادیں۔ اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے جہاں زنا و بدکاری سے روکا ہے وہاں اس کے اسباب (بد نظری وغیرہ) سے بھی بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَالْعَيْنَانِ زَنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زَنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زَنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زَنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرَّجُلُ زَنَاهَا الْخَطُ.

صحیح مسلم: باب قدر علی بن آدم حظ من الزنا وغیرہ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے۔

کسی غیر محرم کو دیکھنا اگرچہ زنا نہیں مگر چونکہ یہ زنا کا سبب بن سکتا ہے اس لئے اس کو بھی زنا کہا گیا۔ اسی زنا کا دروازہ بند کرنے کے لئے پردہ کے احکام نازل ہوئے اور عورت کو بغیر ضرورت کے باپردہ گھر سے نکلنے سے بھی روکا گیا، کیونکہ بغیر پردہ کے نکلنا بدکاری کا سبب قریب ہے اور باپردہ نکلنا سبب بعید۔ شریعت میں سبب قریب (ترک پردہ) ہر حال میں حرام ہے اور سبب بعید (باپردہ نکلنے) میں تھوڑی سی تفصیل ہے کہ اگر معاشرہ پاک صاف ہو، لوگ اچھے ہوں، برائی کا خطرہ نہ ہو تو باپردہ نکلنے کی گنجائش ہے اور اگر معاشرہ گندگی سے آلودہ ہو، باپردہ نکلنے میں بھی فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر نکلنا ناجائز ہے۔

حضور علیہ السلام کے دور میں باپردہ نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہونے کے برابر تھا اور احکامات کی تعلیم کا زمانہ تھا اس لئے چند شرائط کے ساتھ عورت کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی۔ (مثلاً پردہ کا اہتمام، ترک خوشبو، ترک زینت، مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہونا وغیرہ)

ان شرائط کی پابندی کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے گھر کو بہترین مسجد قرار دیا۔ فرمان نبوی ہے: خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بَيْوتِهِنَّ۔

صحیح ابن خزمیہ: رقم الحدیث 1683

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حالات تبدیل ہوئے، فتنہ کا اندیشہ بڑھا، عورت کا باپردہ نکلنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی نگاہ نے حالات کی تبدیلی کو بھانپ لیا اور اس کے متعلق یہ حکم فرمایا:

لَوْ أَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قُلْتُ لِعَبْرَةٍ أَوْ مُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ۔

صحیح البخاری: باب خروج النساء الى المساجد

ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حالات کو دیکھ لیتے جو عورتوں نے پیدا کر رکھے ہیں، تو ضرور انہیں مسجد جانے سے منع کر دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

سیدہ کے اس فرمان کو نقل کر کے علامہ عینی فرماتے ہیں:

لو شاهدت عائشة رضي الله تعالى عنها ما أحدث نساء هذا الزمان

من أنواع البدع والمنكرات لكانت أشد إنكاراً

عمدة القاری للعینی: 4/ 649

ترجمہ: اگر امی عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے زمانہ کی عورتوں کے حالات دیکھتیں تو انکار

میں مزید سختی آجاتی۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی صلاحیت واضح ہوتی ہے، کیونکہ فقہ احکام شریعہ کے ساتھ ساتھ زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات بھی دیکھتا ہے اور اسی کے مطابق مسائل بتاتا ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں پورا مہینہ باجماعت تراویح کا اہتمام نہ تھا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس کا اہتمام کروایا، کیونکہ حالات بدل رہے تھے۔ بعینہ اسی طرح امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمانہ کی تبدیلی کے مطابق امت مسلمہ کو حکم شرعی سے آگاہ کیا۔

وفات:

رمضان المبارک 58ھ میں امت مسلمہ کی یہ عظیم محسنہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز وتر کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔ حضرت عروہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت قاسم بن محمد، حضرت عبداللہ بن محمد اور حضرت عبداللہ بن عبد الرحمن نے قبر میں اتارا۔ آپ کی وفات پر سارے مسلمان غمزدہ تھے۔

ایک آدمی سے کسی نے سوال کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات پہ لوگوں کی کیا حالت تھی؟ جواب دینے والے نے جواب دیا: جس جس کی وہ ماں تھی وہ سب غمزدہ تھے۔

علم کے بحر بیکراں..... سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ

مولانا محمد اکمل راجنپوری حفظہ اللہ

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا شمار تابعین کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جو جہاں علم اور مجمع الحرمین مانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم عالیہ شریفہ میں بہت بڑا حصہ عطا فرمایا تھا، ”علمہ کے بحر بیکراں..... سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ“ کے عنوان سے ان کی علم تفسیر و علم حدیث میں مہارت کو بیان کیا گیا تھا۔ اسی سلسلہ کی دیگر کڑیوں کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

3: علم فقہ:

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا خاص فن حدیث تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ فقہ میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اپنے زمانے کے فقہ کے بڑے علماء میں تھے۔

تہذیب التہذیب: ج 7 ص 271

جب عکرمہ بصرہ میں آتے اور جب تک وہ وہاں رہتے تو حضرت حسن بصری درس قرآن اور فتویٰ دینے سے گریز کرتے۔

[تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 95]

حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جابر بن زید نے مجھ سے چند مسائل عکرمہ سے پوچھنے کے لیے کہا اور ہدایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ غلام (علم کا) سمندر ہے، اس سے (مسائل) پوچھا کرو۔

[سیر الصحابہ: ج 3 ص 196]

فقہ میں مہارت کی اس سے بڑھ کر اور کون سی شہادت ہو سکتی ہے کہ خود

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی زندگی میں ہی ان کو مسندِ افتاء پر بٹھا دیا۔

تہذیب التہذیب ج 7 ص 265

4: علم مغازی

آپ رحمہ اللہ کو ان علوم کے ساتھ ساتھ مغازی میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عکرمہ جب مغازی بیان کرتے تھے تو سننے والے کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجاہدوں کے سامنے موجود ہیں اور ان کو دیکھ رہے ہیں۔

مشہور تلامذہ:

چند مشہور تلامذہ کے جو امت کے ائمہ اور پیشوا بنے، اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں:

امام ابراہیم نخعی، امام شعبی، امام عطاء بن سائب، امام ابواسحاق سیعی، امام قتادہ، امام حمید الطویل، امام ابو الزبیر، امام یحییٰ بن سعید، امام عمرو بن دینار، امام عقبہ بن موسیٰ وغیرہ۔ ان حضرات میں سے ہر ایک بجا طور پر بہت بڑا امام اور بحر بیکراں تھا۔

وفات حسرت آیات:

حضرت امام عکرمہ رحمہ اللہ جبر الامۃ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر اساتذہ کی امانت علمی کو تقسیم کرتے ہوئے 106ھ یا 107ھ میں دار الفناء کو خیر باد کہہ کر دار البقاء کی طرف کوچ فرمایا۔

إِلَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 95، طبقات ابن سعد

اسم ذات کی محبت

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی

5 جولائی 2012ء بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں ”اللہ کے نام کی محبت“ کے عنوان پر پُر اثر گفتگو فرمائی۔ بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

الحمد لله وحده لا شريك له والصلوة والسلام على من لا نبى بعده اما
بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم:
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ.

سورة البقرة: 165

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: أَللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيَّ.

کنز العمال، رقم الحدیث 3648

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

محبت انسان کی فطرت ہے

دنیا میں ہر وہ شخص جس کو اللہ رب العزت نے دل عطا فرمایا ہے وہ بندہ دنیا میں محبت بھی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے جس انسان کو دل دیا ہے اس کے دل میں محبت بھی رکھی ہے۔ انسان محبت اپنی ماں سے بھی کرتا ہے اس نے جنا ہے، ماں کا حق ہے۔ اپنے والد سے بھی کرتا ہے، والد نے تربیت کی ہے، باپ کا حق ہے۔ اپنے استاذ



سے محبت کرتا ہے استاذ نے اس کو حیوانیت سے انسانیت سکھائی ہے استاذ کا حق ہے۔ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے، اولاد اس کے جسم کا حصہ ہے۔ آدمی اپنے اعضاء سے پیار کرتا ہے انہی اعضاء کا نام انسان ہے۔

آدمی اپنی دولت سے پیار کرتا ہے اور شریعت نے دولت سے پیار کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اللہ نے جو انسانی فطرت بیان کی ہے اس میں ﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾ [اور وہ مال کی محبت میں بہت پکا ہے] اللہ نے یہاں مال کو ”خیر“ فرمایا ہے۔ اللہ نے دولت کو کیا فرمایا؟ خیر! معلوم ہوا دولت ”شر“ نہیں ہے، دولت کا غلط استعمال یہ ”شر“ ہے۔ دولت شر نہیں ہے، مال شر نہیں ہے بلکہ مال کا غلط استعمال شر ہے۔ اگر ایک بندے کے پاس قرآن کی دولت ہے، تو قرآن تو خیر ہے لیکن اس قرآن کے ذریعے دنیا کماتا ہے پھر قرآن خیر نہیں اس بندے کے لیے شر ہے۔ اللہ کا نام لینا بہت بڑا کام ہے اللہ کا نام لے کر اس کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے تو پھر خدا کا نام لینا اس کے لیے خیر نہیں یہ شر ہے۔

میں یہ بات سمجھا رہا تھا کہ قرآن کریم نے دولت کو کیا فرمایا؟ خیر!، اگر آپ کے پاس دولت نہیں ہے تو بتائیں لباس کیسے ہوگا، جوتی کیسے ہوگی، مکان کیسے ہوگا، خوراک کیسے ہوگی؟ یہ سارے اسباب اللہ نے بندے کو عطا فرمائے اور قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنْ تَرَكْتُ حَبِيزًا الْوَصِيَّةَ﴾ اگر کوئی بندہ مرے اور ”خیر“ چھوڑ کر مرے تو وصیت بھی کر سکتا ہے، یہاں بھی اللہ نے دولت کو کیا فرمایا؟ خیر!

میں بات یہ سمجھا رہا تھا کہ دولت سے محبت انسان کی فطرت ہے، اولاد سے محبت انسان کی فطرت ہے، والدین سے محبت انسان کی فطرت ہے، اپنے مکان کی محبت انسان کی فطرت ہے۔

وطن تو وطن ہے:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے مدینہ منورہ آئے ہیں اور مکہ مکرمہ میں ان پر ظلم ہوتا ہے، مکہ مکرمہ میں مار پڑتی ہے مکہ مکرمہ میں ان کو تپتی تپتی ریت پر لٹایا جاتا ہے مکہ میں کافران پر ظلم کرتے لیکن مکہ سے مدینہ منورہ آئے ہیں احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی گھاس کا نام لے کر تذکرہ کرتے، کبھی مکہ کی پہاڑیوں کا ذکر کرتے، کیوں؟ وطن تھاناں! تو وطن تو یاد آتا ہے۔ باوجود اس کے کہ مکہ مکرمہ میں مار پڑی ہے مدینہ میں سہولتیں ملی ہیں، مکہ میں غلام تھے مدینہ میں آقا بن کر زندگی گزارتے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

هذا سيدنا بلال

مستدرک حاکم، رقم الحدیث 5240

کہ بلال ہمارا سردار ہے۔ یہ خوشیاں بھی ملی ہیں لیکن مکہ پھر بھی دل سے بھولتا نہیں ہے کیونکہ وطن جو ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان امریکہ جائے، کینیڈا جائے، انگلینڈ جائے دنیا میں کسی بھی جگہ پر چلا جائے لیکن اپنی آبائی جگہ پر جو لطف آتا ہے، وہ دنیا کے بڑے بڑے محلات میں بھی نہیں آتا۔ یہ انسانی فطرت ہے۔

اللہ کی محبت پر سب محبتیں قربان

دولت سے محبت فطرت ہے، اولاد سے محبت فطرت ہے، ماں باپ سے محبت فطرت ہے، اپنے مکان سے محبت فطرت ہے اور اچھی خوبصورت چیز سے محبت انسانی فطرت ہے۔ مگر اللہ کیا فرماتے ہیں؟ شریعت کی منشاء کیا ہے؟

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

اس آیت کو سمجھیں: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [اور جو لوگ ایمان لاچکے

ہیں وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں] فرمایا۔ یہ مومن کی صفت ہے کہ محبت ماں سے بھی کرتا ہے مگر اللہ کی نسبت کم کرتا ہے۔ یہ باپ سے محبت کرتا ہے لیکن جو خدا سے محبت ہے اس سے کم کرتا ہے۔ اولاد سے محبت کرتا ہے لیکن جو خدا سے محبت ہے اس سے کم کرتا ہے۔ کیا معنی؟ دولت سے پیار کرنا چاہیے لیکن اگر دولت کا پیار اور شریعت کا پیار آ جائے تو دولت کو چھوڑ کر خدا سے پیار کرے۔ والدین سے پیار کرنا چاہیے، جب شریعت اور والدین آجائیں پھر والدین کے بجائے شریعت ہے۔ اولاد سے پیار ہونا چاہیے، اگر اولاد اور خدا آجائیں پھر اولاد نہیں پھر خدا ہے، پھر اولاد نہیں پھر پیغمبر ہے۔

میں بات کیا سمجھا رہا تھا کہ شریعت نے محبت سے منع نہیں فرمایا۔ کیسے بہترین الفاظ قرآن نے دیے ہیں، فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾۔ ایمان والے وہ نہیں ہیں جو دولت سے پیار نہیں کرتے، ایمان والے وہ نہیں ہیں جو مکان سے پیار نہیں کرتے، ایمان والے وہ نہیں ہیں جو اولاد سے پیار نہیں کرتے، ایمان والے وہ نہیں ہیں جو رشتہ داروں سے پیار نہیں کرتے۔ ناں ناں بلکہ رشتہ دار تو نعمت ہیں اور اتنی بڑی اتنی بڑی نعمت ہیں کہ آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ حضرت لوط علیہ السلام اللہ نبی ہیں، آپ کی قوم نے جب آپ کو بستی سے نکالنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ



اے کاش آج میرے پاس طاقت ہوتی یا کوئی میرا خاندان مضبوط ہوتا تو تم یہ جرات کبھی نہ کرتے جو آج تم نے میرے ساتھ کی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ان کو ان کے قبیلے کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکی، الفاظ دیکھیں:

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ

سورۃ ہود، 91

کہ اے شعیب! اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالتے۔

تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ

سورۃ ہود، 92

کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے میری برادری سے ڈرتے ہو؟ میری قوم سے ڈرتے ہو؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل و عیال اور قوم سے کتنا پیار تھا، اہل بیت سے کتنی محبت تھی؟ قرآن کریم میں ہے:

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

سورۃ الشوری، 23

حضور نے کتنی تڑپ سے فرمایا ہو گا! فرمایا: مکہ والو! تم مجھے مال تو نہ دو، مال نہیں مانگتا، دولت تو نہیں مانگتا اس بات کی حیا کرو میں تمہارا رشتہ دار ہوں، میں تمہاری برادری ہوں، تمہارے خاندان کا بندہ ہوں، اپنے خاندان ہونے کا تو حیا کر لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غمزہ لہجے میں جملہ فرمایا ہو گا کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں۔

خیر میں یہ بات سمجھا رہا تھا کہ مومن وہ نہیں جو اولاد سے پیار نہ کرے بلکہ میں کہتا ہوں خدا قسم کافرا تو اولاد سے پیار نہیں کرتا جتنا مومن کرتا ہے۔ مومن وہ

نہیں ہے جو دولت سے پیار نہ کرے، کافر دولت سے پیار کم کرتا ہے مومن زیادہ کرتا ہے۔ لیکن شریعت کی منشا کیا ہے کہ دولت سے پیار کرو لیکن جب اللہ کا حکم آجائے تو دولت کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کر دو۔ قرآن کریم میں ہے:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

سورۃ الدھر، 8

قرآن نے مومنین کی تعریف کیا فرمائی ہے: ﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾۔ مومن کون ہے؟! اللہ کی محبت ہوتی ہے تو پھر مال مسکین کو بھی دیتے ہیں، یتیم کو بھی دیتے ہیں، قیدی کو بھی دیتے ہیں۔ اور بعض مفسرین علماء نے کہا ہے "وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ" ای علی حب المال "باوجود اس کے کہ ان کو مال سے پیار ہے لیکن اپنا مال پھر بھی کبھی قیدی کو دیتے ہیں کبھی یتیم کو دیتے ہیں کبھی مسکین کو دیتے ہیں۔

یہ بات سمجھنا! کہ اگر بندے کو دولت سے پیار ہی نہ ہو تو دولت اللہ کے راستے میں دینے پر اجر کیوں ملے گا؟ بتائیں، کیوں اجر ملے گا؟ اگر کسی بندے کو دولت سے پیار ہی نہیں ہے تو دولت دینے پر اجر کیسے ملے گا؟ اسی لیے اجر ملے گا کہ پیار ہے۔ ایک بندے کا بیٹا فوت ہوتا ہے اب بیٹے سے محبت تو ہے اگر بیٹے سے محبت ہی نہ ہوتی تو جانے پر صدمہ کیسے ہوتا؟ اب چونکہ محبت ہے صدمہ ہوا ہے اس صدمہ پر برداشت کرے گا تو اللہ اس برداشت کرنے پر بھی جنت عطا فرمائیں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس نے محبت کے باوجود برداشت جو کیا ہے۔

کھالیں، ہم نے تو پھینک ہی دینا ہے!

اصل نیکی تو یہ ہے کہ محبوب مال خرچ کریں، اور جو چیز ردی ہو، آپ کے



مطلب کی نہ ہو اس کو باہر پھینک دیں۔ میں ایک مرتبہ 1993ء کی بات ہے نیروبی افریقہ میں سفر پر تھا، ایک شہر ہے ممباسا، وہاں ایک گھر میں میری دعوت تھی۔ اب تو وہ میزبان فوت ہو گیا اس کا نام تھا ”شیخ سراج“۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے مبعوث تھے وہاں نیروبی میں۔ خیر ممباسا میں انہوں نے ایک پھل رکھا کہ یہ پھل کھائیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس پھل کا نام مونکی فروٹ ہے، خیر، رکھا: جی کھالیں! اب مجھے پھل پسند نہیں آیا۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا دماغ تھوڑا تھا، عقل اس کی تھوڑی تھی، شیخ سراج صاحب کہتے ہیں: مولانا! کھائیں میں نے کہا جی نہیں، جزاک اللہ، تو بیٹا کہتا ہے: مولانا صاحب! کھا ہی لیں، ہم نے تو پھینک ہی دینا ہے۔ بیٹا کیا کہتا ہے کہ کھا لیں ہم نے تو پھینک ہی دینا ہے۔ تو ویسے تو مجھ سے پیار کرتا تھا، لیکن عقل کم تھی ناں، اب وہ بڑی محبت میں مجھے کہہ رہا ہے کہ آپ کھالیں ورنہ ہم نے تو پھینک ہی دینا ہے۔ باپ نے اس کو بہت ڈانٹا کہ پاگل کیسی بات کرتا ہے۔

محبوب مال خرچ کریں

اب جو بات میں سمجھا رہا ہوں کہ جو چیز آپ نے پھینکنی ہے وہ کسی کو دیں اس پر کیا اجر ہوگا؟ اس میں کیا ثواب ملنا ہے؟ قرآن کریم میں کیا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ

سورۃ آل عمران، 92

دیکھو نیکی اس کا نام ہے جو تم کو پسند ہے وہ خرچ کرو، جس سے محبت ہے وہ خرچ کرو، اب مال خرچ کرنا چاہیے ناں؟ جب یہ آیت اتری تو حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ!، صحابی رضی اللہ عنہ کا مزاج دیکھو! فرماتے ہیں: اللہ کے نبی! یہ میرا باغ ہے، یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے میں

اللہ کے راستے میں دیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا سارا باغ؟ کہا: جی سارا باغ اللہ آپ کو مسجد نبوی دکھائے، مدینہ منورہ لے جائے۔ مسجد نبوی میں باب عبد الجبید سے داخل ہوں تو بائیں طرف جہاں صفیں شروع ہوتی ہیں وہاں تین نشان لگے ہیں، لیکن اس کے اوپر قالین بچھے ہیں۔ کبھی آپ جائیں میں فون نمبر دوں گا کہ بھائی فلاں بندے کو مدینہ منورہ ملیں۔ وہ پوری مسجد کی جگہیں آپ کو اندر سے دکھائیں گے۔ تو قالین اٹھائیں تو اس کے نیچے تین نشان لگے ہیں، یہ کنوئیں تھے جو حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کے اندر تھے۔ یہ باغ تھا انہوں نے کہا: حضور! میں پورا باغ وقف کرتا ہوں، کیوں؟ کہ مجھے یہ بہت پسند ہے اور بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ باغ میں ایک چڑیا اڑی اور باغ میں پھنس گئی، اس کو دیکھ رہے تھے تو بعد میں خیال آیا کہ اس باغ کی وجہ سے میری نماز میں خلل آیا ہے، تو کہا کہ حضور! میں پورا باغ صدقہ کرتا ہوں۔

اب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج سن لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ سارا باغ؟ تو کہا: جی سارا باغ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں نہ کرو، تم کسی اور کو دینے کی بجائے اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ کیوں؟ کہ جب تم رشتہ دار کو دو گے تو تمہیں دوہرا اجر ملے گا؛ صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔ اس لیے فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر آپ کے رشتہ داروں میں کوئی مستحق ہو تو پہلے زکوٰۃ اسے دو، پہلے صدقہ اپنے گھر میں دو، پھر صدقہ رشتہ داروں میں جو قریب ہیں ان کو دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

حتی ما تجعل فی فی امرأتک

کوئی بندہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی

ارشاد فرمایا:

ولو أن تلقى أخاك بوجه طلق

صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 523

کوئی بندہ اپنے بھائی کو ہنس کر ملتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سہولتیں عطا فرمائی ہیں کہ بندہ بولے، مسکرا کر ملے یہ بھی صدقہ ہے لیکن دل میں بغض نہ ہو پھر دیکھیں اس پر اللہ کیا عطا فرماتے ہیں۔ دو مسلمان بھائی آپس میں ہاتھ ملائیں، ان کے ہاتھ الگ نہیں ہوتے کہ اللہ ان کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

جامع الترمذی: رقم الحدیث 2651

لیکن محض مروت سے سلام نہ ہو کہ میں سلام نہ کروں تو یہ بندہ محسوس کرے گا، چلو مل ہی لیں۔ دیکھیں! یوں نہ کریں، اللہ اور اللہ کے پیغمبر کی رضا کے لیے سلام کیا کریں۔

خیر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مال سے محبت کرنا کوئی برا ہے؟ بولیں [نہیں، سامعین]، اولاد سے محبت؟ [نہیں، سامعین] لیکن بات یہ ہے کہ اولاد سے محبت کرو، جب اللہ اولاد مانگے تو دے دو، اللہ اولاد مانگے تو دے دو۔

ایک صحابیہ تھیں، حضور کی خدمت میں آئیں اور عرض کرنے لگیں: حضور! میرے بچے کو لے لیں، فرمایا: اس کو لے کر کیا کریں گے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کے نبی! آپ کے صحابہ جہاد میں جائیں گے تو کسی کے پاس اگر دشمن کی تلوار روکنے کے لیے ڈھال نہ ہو تو میرا بیٹا دے دیں، تلوار آئے گی میرا بیٹا کاٹ جائے گا تمہارا صحابی

بچ جائے گا۔ اب دیکھو بیٹا دیا ناں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے ہیں۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: حضور! لوگوں نے آپ کی خدمت میں ہدیے پیش کیے ہیں، غریب عورت ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، یہ میرا انس آپ لے لیں، یہ میرا انس لے لیں، یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ یہ بات آج کسی کو سمجھ نہیں آتی۔

خدمت اور عقیدت سے سب ملتا ہے

میں تخصص کے طلبہ سے بھی کہتا ہوں کہ پڑھو! پڑھو! بڑے شوق سے پڑھو! لیکن جو خدمت سے ملنا ہے وہ پڑھنے سے نہیں ملنا۔ اللہ کی قسم جو عقیدت سے ملنا ہے وہ پڑھنے سے نہیں ملنا۔ یہ بات میں کیسے سمجھاؤں؟! عقیدت سے جو ملتا ہے ویسے نہیں ملتا۔ مجھے ایک عالم بتا رہے تھے، حضرت مولانا حسن عباسی دامت برکاتہم، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ، ”شاہ پور“ جگہ کا نام ہے سا نگھڑ ضلع میں، میں دو تین مرتبہ ان کی خدمت میں گیا ہوں، میں نے ان کی زیارت کی ہے۔

کسی نے بتایا کہ وہ بیعت تھے حضرت احمد لاہوری سے، رات کو شیراں والا باغ تشریف لائے تو مولانا لاہوری نے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو میں آتا ہوں۔ حضرت لاہوری گھر گئے تو بھول گئے۔ صبح فجر کی نماز کے لیے نکلے تو مولانا باہر کھڑے تھے۔ حضرت نے فرمایا: تم سوئے نہیں؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا تھا کہ تم ٹھہرو میں آتا ہوں، تو میں کیسے سوتا؟ حضرت لاہوی نے کہا: تم بیٹھے کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کھڑے رہو، تو میں بیٹھتا کیسے؟ اب کوئی بندہ سوچ سکتا ہے پوری رات کھڑے رہے کہ میرے شیخ نے فرمایا ہے کہ تم کھڑے رہو میں آتا ہوں۔ اب بتاؤ فیض کیسے نہیں ملے گا؟ میں نے آپ سے گزارش کی ہے کہ بندہ گناہ چھوڑ دے،



اذکار کم کرے، جو عقیدت سے ملتا ہے کسی اور چیز سے قطعاً نہیں ملتا، آپ یقین فرمائیں۔

بس مجھے دیکھتے رہو!

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کراچی کے ایک لڑکے نے مجھے خط لکھا۔ مجھے اس نے کہا کہ میرے اندر مرض ہے، میں لڑکوں کو دیکھتا ہوں، لڑکوں سے پیار کرتا ہوں، اس کا علاج بتائیں۔ میں نے کہا: تم یہاں میرے پاس سرگودھا آؤ، آگیا، کہتا ہے: جی کیا کروں؟ میں نے کہا: تم کچھ بھی ناکرو، بس فرض نمازیں پڑھو اور ایک ہفتہ یہاں بیٹھ کر بس مجھے دیکھتے رہو اور تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا۔ بس مجھے آتے جاتے دیکھتے رہو۔ ہفتہ بعد چلا گیا، کہتا ہے: اس کی برکت سے میرا یہ مرض ختم ہو گیا۔

میں۔ اللہ کی قسم۔ کیسے تمہیں کیسے بتاؤں کہ عقیدت سے کیا چیز ملتی ہے۔ عقیدت سے بہت کچھ ملتا ہے۔ خیر میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اولاد سے محبت کریں، لیکن اللہ جب اولاد مانگے تو اولاد اللہ کے لیے پیش کر دیں، مال سے محبت کریں لیکن جب اللہ مانگ لے بس پھر دے دیں، پھر مت روکیں۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ اللہ نے ایمان والوں کی صفت کیا بتائی ہے کہ اللہ سے بہت پیار کرتے ہیں، اللہ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ مخلوق سے کرتے ہیں لیکن جب اللہ آجائے تو سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں۔

کشتی سمندر میں چلتی ہے، کشتی پانی میں ہو فرق نہیں پڑتا لیکن جب کشتی میں پانی داخل ہو جائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے۔ پیار ہونا چاہیے دل میں داخل نہ ہو، دل میں اللہ کا پیار ہو، باقی محبتیں ضرورت کی ہوں، اللہ کی قسم بندہ کبھی ناکام نہیں ہو گا۔

میں آخری بات کہتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ

اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيَّ.

کنز العمال، رقم الحدیث 3648

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں یہ نہیں فرمایا کہ مجھے دنیا کی چیزوں سے محبت نہیں، بلکہ فرمایا: اے اللہ! دنیا کی چیزوں سے مجھے پیار ہے لیکن اپنی محبت ان سب پر غالب فرمادے، اپنی محبت ان سب پر غالب فرمادے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور دعا بھی مانگی ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ

جامع الترمذی: 3490

اللہ میں تجھ سے تیری محبت بھی مانگتا ہوں، اللہ ان کی محبت بھی مانگتا ہوں جو تجھ سے پیار کریں، اللہ وہ عمل بھی مانگتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کر دے۔
پھر فرمایا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، وَأَهْلِي، وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ

جامع الترمذی: 3490

اللہ مجھے اپنی جان سے پیار ہے لیکن اپنا پیار مجھے میری جان سے زیادہ دے دے، اللہ مجھے گھر والوں سے محبت ہے لیکن اپنی محبت گھر والوں کی محبت سے زیادہ دے دے، اے اللہ سخت گرمی کے موسم میں ٹھنڈا پانی مجھے بہت محبوب ہے لیکن اپنی محبت مجھے ٹھنڈے پانی سے زیادہ دے دے۔

اللہ کی محبت کیسے ملے گی؟

ہمارے شیخ حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے عجیب بات فرمائی ہے، فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی چیزیں مانگیں؟ [۱] اللہ تیری محبت مانگتا ہوں، [۲] اولیاء کی محبت مانگتا ہوں اور [۳] اچھے عمل کی محبت مانگتا ہوں۔ اصل تو محبت اللہ کی ہے



اور اللہ کی محبت ملتی ہے اچھے اعمال سے۔ یہ درمیان میں ”اولیاء“ کو کیوں لائے ہیں؟ فرمایا: اس لیے کہ محبت اللہ کی چاہیے اور اللہ کی محبت اچھے اعمال سے ملتی ہے اور اچھا عمل اللہ کے ولی کی صحبت سے ملتا ہے، اور میں خدا کی قسم کھا کر یہ بات کہتا ہوں آدمی جو صحبت سے بنتا ہے کسی اور چیز سے نہیں بنتا۔

لیکن صحبت بھی عقیدت سے ہو، عقیدت نہیں ہوگی تو ہزاروں سال پڑا رہے ذرہ بھی نفع نہیں ہوگا۔ عقیدت ہوگی تو ایک منٹ میں آئے گا اور بہت کچھ پا جائے گا۔ ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے عقیدت نہیں تھی تو اس ظالم کو کچھ نہیں ملا اور ایک صحابی حضرت اصیرم بن الاشہل رضی اللہ عنہ لمحہ بھر کے لیے آیا ہے، ایک نماز بھی نہیں پڑھی، اللہ کے راستے میں جان دی، پوری امت کی اربوں نمازیں ایک طرف ہو جائیں تو اس ایک کے برابر بھی نہیں کیونکہ وہ عقیدت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر صحابی بنا۔ اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اولیاء کے وجود کی برکت

ملا علی قاری فرماتے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ایک حدیث کی شرح میں فرماتے

ہیں:

فإن عند ذکرهم تنزل الرحمة فضلا عن وجودهم وحضورهم

مرقاۃ المفاتیح، ج 8 ص 300

اولیاء اللہ کا نام لیں تو خدا کی رحمت برستی ہے، ”فضلا عن وجودهم وحضورهم“ جہاں ولی خود رہتا ہو گا وہاں کتنی رحمت برستی ہوگی؟ جن کے نام لینے سے رحمتیں آتی ہیں جہاں وہ ولی خود رہتا ہو گا وہاں کتنی رحمت برستی ہوں گی؟ بھائی یہ دعا فرمائیں کہ اللہ ہم پر اپنی محبت غالب فرمائیں۔ اللہ اپنی محبت غالب فرمادے اللہ، اللہ



اپنی محبت غالب فرمادے، اللہ اپنی محبت غالب فرمادے، پھر چاہے دنیا سے پیار ہے کوئی مسئلہ نہیں، جب اللہ کی محبت غالب ہو، اور دنیا چھوڑ کر بندہ مرے تو دل پریشان نہیں ہوتا، دل پریشان نہیں ہوتا، کیوں؟ کہ اب ”حَبِیب“ سے ”أَحَبُّ“ کی طرف جارہا ہے، ادھر پاکستان میں پیسے ہیں بڑا پیار ہے لیکن ڈالر زیادہ پیارے ہیں نا، اگر کوئی تمہیں کہے کہ سو روپیہ نہیں سو ڈالر دیں گے تو بندہ فوراً امریکہ جائے گا، کیوں؟ حبیب سے احب بلارہا ہے۔ تمہاری تنخواہ یہاں دس ہزار ہے، سعودی عرب تمہیں پانچ ہزار ریال دیں گے فوراً جائے گا، کیوں؟ پاکستانی پیسے کی نسبت ریال سے زیادہ پیار ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ کی محبت زیادہ ہوگی تو پھر مرتے وقت بیوی کو چھوڑنا مشکل نہیں ہے، اولاد کو چھوڑنا مشکل نہیں ہے، مکان کو چھوڑنا مشکل نہیں ہے، کیوں؟ اب وہاں جارہا ہے جس سے محبت سب سے زیادہ ہے، جس سے محبت سب سے زیادہ ہے۔

دعا کریں اللہ ہمیں اپنے نام کی لذت عطا فرمائے، اللہ ہمیں اپنے نام کی محبت عطا فرمائے، اولیاء کی محبت نصیب فرمائے اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

تذکرۃ الاکابر:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

مولانا محمد ارشد سجاد حفظہ اللہ

برکتہ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی عالم اسلام کی عظیم شخصیت ہیں۔ آپ قرآن و سنت کے ماہر، علم حدیث کے زبردست فاضل اور اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور ولی تھے۔

عرصہ دراز تک درس حدیث میں مشغول رہے۔ آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ جب بھی لفظ ”شیخ الحدیث“ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد آپ کی ذات گرامی ہوتی ہے۔ آپ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ، مصنف، عالم باعمل اور مورخ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ راہ سلوک میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ رحمہ اللہ 11 رمضان المبارک 1315ھ کو عالم دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ اڑھائی سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے ساتھ گنگوہ میں حاضری نصیب ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر تک قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی بابرکت مجلس اور نظر شفقت میں نشوونما پائی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم بھی سات سال کی عمر میں گنگوہ میں ہی شروع ہوئی۔

تعلیم و تربیت:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے حفظ القرآن کے بعد فارسی اور ابتدائی عربی تعلیم اپنے چچا مولانا محمد الیاس صاحب سے حاصل کی اور منطق کی چند کتب سلم،

میںبذی ، میرزاہد اور امور عامہ مولانا عبد الوحید سے پڑھیں۔ ادب وفقہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمہ اللہ سے، حدیث شریف اپنے والد ماجد اور فخر الحدیث حضرت مولانا علامہ غلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ تعلیمی سلسلہ 1328ھ تک گنگوہ ہی میں رہا۔ 1333ھ میں حدیث کے علاوہ تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔ جب شوال میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے حجاز کا قصد کیا تو دورہ حدیث اپنے والد گرامی سے پورا کیا۔

پھر 1334ھ میں دوبارہ بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت علامہ غلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ سے پڑھ کر مدرسہ مظاہر العلوم سے ہی سند فراغت حاصل کی۔

مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا انوکھا طرز:

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اپنے والد ماجد سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کا حال خود تحریر فرماتے ہیں: قانونِ تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف ہے، اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیثِ پاک کا جواب، یہ تمام گویا حدیث کا جزو لازم تھا جو میرے ذمہ تھا۔ اپنی دلیل نہ بتانا تو یاد نہیں اس لیے کہ ہدایہ اور اس کی شروح اور حواشی اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھنے کی نوبت کثرت سے آتی رہتی تھی، البتہ حدیث کا جواب کبھی نہیں دے سکتا تھا تو وہ خود بتاتے تھے [آپ بقی ج 2 ص 36]

تعلیمی انہماک:

تحصیل علم میں انہماک اور مطالعہ کتب کے ذوق اور اشتغال کا بخوبی اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: ایک



مرتبہ میرا نیا جو تاٹا ٹھ گیا تھا، تو جہاں تک یاد ہے چھ ماہ تک دوسرا جو تاخر خریدنے کی نوبت نہیں آئی، اس لیے کہ جمعہ بھی مدرسہ قدیم میں ہوتا تھا اور دارالطلبہ بھی اس وقت تک نہیں بناتا تھا اور بیت الخلاء میں بوسیدہ جوتے پڑا رہا کرتے تھے، اس لیے مجھے چھ ماہ تک باہر نکلنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

آپ بیتی: ج 1 ص 273، 274

تدریسی خدمات:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد 1335ھ میں جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا بطور مدرس تقرر ہوا اور ابتدائی تدریسی زمانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا۔ آپ کو جس طرح تحصیل علم کے زمانہ میں مطالعہ کتب میں انہماک و اشتغال رہا تھا اسی طرح تدریسی زمانہ میں بھی بڑے انہماک اور محنت کے ساتھ سبق پڑھانے کی تیاری فرماتے حتیٰ کہ بعض ایسی کتابیں بھی پڑھائیں جو سبقاً سبقاً خود نہیں پڑھی تھیں۔

یوں تو حضرت کو چھوٹی بڑی سب کتابوں کے پڑھانے کا موقع ملا ہے لیکن حدیث کے ساتھ خاص شغف تھا۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے چھیالیس سال تک حدیث شریف کا درس دیا، جس میں خصوصیت سے بخاری شریف اور ابوداؤد شریف زیر درس رہیں۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے بخاری جلد اول پچیس مرتبہ، دونوں جلدیں سولہ مرتبہ اور ابوداؤد شریف تیس مرتبہ پڑھائی۔ ان کے علاوہ کتب حدیث میں سے مشکوٰۃ شریف، سنن نسائی اور موطا امام محمد بھی زیر درس رہیں۔

تدریس کی مقبولیت:

آپ رحمہ اللہ کو رب تعالیٰ نے علم حدیث میں مہارت تامہ عطا کر رکھی

تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں تشنگان علم دور دراز ممالک سعودیہ، افریقہ، انگلستان اور افغانستان وغیرہ سے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے حضرت رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے۔ اسی خداداد صلاحیت و قبولیت کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں اٹھارہ سو اکیس طلباء نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے حدیث پاک کا درس لیا۔ تذکرۃ الشیخ: ص 31

شیخ الحدیث کا لقب:

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے ”بذل الجہود“ شرح ابوداؤد مکمل کرنے کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کو مجاز طریقت بنا کر مدینہ منورہ سے واپس کیا اور ”شیخ الحدیث“ خطاب عطا فرما کر اپنے مدرسہ میں بٹھانے کا امر فرمایا، بعض اراکین مدرسہ کو کچھ مصالح کی بناء پر ذرا پس و پیش ہوا تو حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ سے مولانا عاشق الہی المدنی رحمہ اللہ کو ایک خط تحریر فرمایا۔ مولانا عاشق الہی المدنی رحمہ اللہ کی زبانی یہ تذکرہ سنئے:

”بعض اراکین مدرسہ کو بعض مصالح کی بناء پر پس و پیش ہوا تو حضرت نے مدینہ منورہ سے بندہ کو تحریر فرمایا کہ مولوی زکریا ماشاء اللہ اس خطاب کے اہل ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ حدیث میں ان کو کتنا تبحر حاصل ہے۔ لہذا اگر مدرسہ والوں کو اس خطاب کے دینے میں تاہل ہو تو تم میری طرف سے یہ خطاب دے دو اور مدرسہ کے انتظامات جزئی و کلی میں ان کی رائے کو دخیل بنا کر مشیر ناظم قرار دو۔

[تذکرۃ الخلیل: ص 205]

تعارف کتب فقہ:

دوسری قسط:

فتاویٰ تاتار خانہ

مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ

اصل نام کیا ہے؟

فیروز شاہ تغلق کے ایک باصلاحیت وزیر اور فوجی جرنیل امیر تاتار خان کی فرمائش پر تحریر کیے جانے والے فتاویٰ تاتار خانہ کے اصل نام کے بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں:

1: علامہ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے دو جگہ اس کتاب کا تعارف پیش کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں: ”وذكر أنه أشار إلى جمعة الخان الأعظم تاتار خان ولم يسم ولذا اشتبه به وقيل: إنه سماه زاد المسافر“

كشف الظنون ج 1 ص 253

”یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یہ کتاب خان اعظم تاتار خان کی فرمائش اور ایماء پر مرتب کی گئی ہے کتاب چونکہ کسی نام سے موسوم نہیں کی گئی تھی اس لیے ”فتاویٰ تاتار خانہ“ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فاضل مصنف نے اس کتاب کا نام ”زاد المسافر“ رکھا تھا۔“

علامہ حاجی خلیفہ دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ”زاد المسافر فی

الفروع وهو المعروف بالفتاوی التاتارخانية“ [كشف الظنون ج 2 ص 4]

یعنی زاد المسافر فقہ کے موضوع پر مشتمل ہے اور فتاویٰ تاتار خانہ کے نام

سے معروف ہے۔

محقق العصر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق زیر بحث کتاب کا اصل نام ”زاد السفر“ ہے۔

2: علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں: ”الشیخ الامام العالم الكبير فرید الدین عالم بن العلاء الحنفی الاندلیتی..... له الفتاوی التاتارخانیة فی الفقه المسمی بزاد المسافر صنفه فی سنة سبع وسبعین وسبع مائة للامیر الكبير تاتارخان، وسماه باسمه، وكان فیروز شاه یرید ان یسمیه باسمه فلم یقبله لصداقة كانت بینہ و بین تاتارخان“ [نزہۃ الخواطر: ج 2 ص 69]

نیز مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل مؤلف اور امیر تاتارخان کے درمیان علمی سطح کے تعلقات تھے جو رفتہ رفتہ گہری دوستی اور پر خلوص یارانے میں بدل گئے ان دوستانہ مراسم کی وجہ سے مصنف نے یہ عظیم الشان کتاب ان کے نام منسوب کر دی۔

3: مدرسہ عالیہ دہلی کے رئیس، محقق العصر مولانا قاضی سجاد حسین بجنوری رحمہ اللہ نے فتاویٰ تاتارخانیہ کے ابتداء میں 43 صفحات پر مشتمل ایک جاندار اور جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ موصوف نے اس میں بہت سے اہم نکات پر روشنی ڈالی ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ اور اس کے مصنف سے متعلق علماء کے آٹھ اقوال نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد تمام بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وانی استوعبت قراءة المقدمة للكتاب بدقة وامعان نظر فوجدت فیها ان المرتب بنفسه یقول: اشار الی تاتارخان... ان اتشمر لجمع کتاب... وسميته بالفتاوی التاتارخانیة... فهذه العبارة تدل بصرامة ان تاتارخان هو الذی اشار الی ترتیب هذا الكتاب وان المرتب هو عالم بن العلاء وانه سماه بالفتاوی التاتارخانیة وليس بزاد السفر ولا بزاد

المسافر“ [مقدمۃ فتاویٰ تاتار خانہ ج 1 ص 27]

درج بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے فتاویٰ تاتار خانہ کے شروع میں مصنف کا تحریر کردہ مقدمہ کا باریک بینی اور انتہائی گہری نظر سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ کتاب کا اصل نام ”فتاویٰ تاتار خانہ“ ہی ہے نہ کہ زاد السفر یا زاد المسافر، کیونکہ فاضل مصنف مقدمۃ الکتاب میں خود لکھتے ہیں: وسمیتہ الفتاویٰ التاتار خانیۃ یعنی میں نے اس کتاب کا نام ”فتاویٰ تاتار خانہ“ رکھا ہے۔

بہر حال! تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب کا اصل نام ابتداء میں جو تھا سو تھا مگر اب یہ عظیم علمی و فقہی سرمایہ عرب و عجم اور بلاد شرق و غرب میں الفتاویٰ التاتار خانہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

فتاویٰ تاتار خانہ کی تالیف کا سبب اور وجہ بیان کرتے ہوئے مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فقد اشار الی من اشارتہ حکم وطاعته غنم وامرہ یتلقى... ان الثمیر لجمع کتاب جامع الفتاویٰ والواقعات حاوی الروایات مغنی الناس عن الرجوع الی المطولات والمختصرات..... الخ. [مقدمۃ الفتاویٰ التاتار خانہ ص 49 تا 51]

یعنی مجھے امیر تاتار خان نے حکم دیا کہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو فقہ حنفی کے تمام مسائل کو سمیٹ لے اور اس قدر جامع ہو کہ خلق خدا کو دیگر چھوٹی بڑی کتابوں سے مستغنی و بے نیاز کر دے۔ لہذا میں نے حکم کی تعمیل میں اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور فقہ حنفی کی چھوٹی بڑی درجنوں کتابوں کو سامنے رکھ کر یہ مجموعہ تیار کیا۔

کتاب کی ترتیب:

کتاب کے شروع میں مصنف عالم بن علاء رحمہ اللہ نے پندرہ صفحات پر

مشمول نہایت عمدہ مقدمہ تحریر کیا ہے۔ ابتداء میں حمد و ثناء کے بعد کتاب لکھنے کی وجہ و سبب وغیرہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد درج ذیل سات فصول قائم کی ہیں:

الفصل الاول: فی تعریف العلم، پہلی فصل میں علم اور علم فقہ کی تعریف ذکر کی ہے۔
 الفصل الثانی: فی فضیلة العلم، والفقه، والعالم، والتعلم، والتعليم، والمتعلم،
 اس فصل میں علم کی، علماء کی، علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، جس کا
 انداز مصنف رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر ایک عنوان کی فضیلت میں بالترتیب
 پہلے آیات مبارکہ پھر احادیث شریفہ اور تیسرے نمبر پر صحابہ کرام و بزرگان دین کے
 اقوال نقل فرمائے ہیں۔

الفصل الثالث: فی فرض العین وفرض الکفاية من العلوم، اس فصل میں یہ بیان
 کیا گیا ہے کہ کن علوم کا سیکھنا فرض عین ہے اور کن کا سیکھنا فرض کفایہ۔
 الفصل الرابع: فی آفة العلم، چوتھی فصل میں علم کی تباہی و آفت کے اسباب مثلاً دنیوی
 غرض، ریاکاری و بد عملی وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے احادیث و آثار کو
 نقل کیا گیا ہے۔

الفصل الخامس: فی بیان السنة والجماعة، اس فصل میں اہل السنة والجماعة کی فضیلت
 اور اس کی علامات کو بیان کیا گیا ہے۔

الفصل السادس: فی من یحل له الفتاوی ومن لا یحل له، فتویٰ دینا، خلق خدا کو شرعی
 احکام و مسائل سے آگاہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں، بلکہ یہ ایک اہم ذمہ داری ہے۔ لہذا اس
 اہمیت کے پیش نظر مصنف رحمہ اللہ نے اس فصل میں یہ بتایا ہے کہ کن لوگوں کے
 لیے فتویٰ دینا جائز ہے اور کن کے لیے جائز و حلال نہیں۔

الفصل السابع: فی آداب المفتی والمستفتی، اس فصل میں مصنف رحمہ اللہ نے مسئلہ

پوچھنے والے اور جواب بتانے والے کے آداب کو بیان کیا ہے۔ نیز فتویٰ کی شرائط کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

چند قابل ذکر امور:

فقہ حنفی کی بیسیوں کتب کو کھنگال کر مختلف موضوعات سے متعلق مسائل نقل کر کے ایک عظیم مجموعہ تیار کرتے وقت فاضل مصنف نے چند امور کا بطور خاص اہتمام کیا:

- 1: جن جن کتب سے مسائل نقل کیے ہیں ان کے نام صراحة ذکر کیے ہیں۔
- 2: صرف مسائل نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ نصوص و دلائل ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔
- 3: بعض اوقات ایک مسئلے کو مختلف کتابوں سے ذکر کرتے ہیں تو اس صورت میں ہر کتاب کا نام بھی تحریر کرتے ہیں۔
- 4: مسائل نقل کرنے میں فاضل مصنف نے علامہ برہان الدین محمود بن احمد مازہ بخاری المتوفی 616ھ کی کتاب ”محیط برہانی“ کو اصل بنیاد بنایا ہے۔ اس وجہ سے اس کتاب کا حوالہ مسائل کے ذکر کرنے میں بکثرت آتا ہے۔ بار بار پورا نام لکھنے کے بجائے اس کی طرف اشارہ کرنے لیے ”م“ کی علامت استعمال کرتے ہیں۔

5: فاضل مصنف رحمہ اللہ نے فتاویٰ تاتار خانیہ کے مسائل و ابواب کی ترتیب ”ہدایہ“ کے مطابق رکھی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ورتبت ابوابہ علی ترتیب الهدایہ۔

مقدمۃ الفتاویٰ: تاتار خانیہ ص 51

[جاری ہے۔]

نماز اہل سنت والجماعت

متكلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

دعائے قنوت :

کتاب احادیث میں دعائے قنوت کے مختلف الفاظ مروی ہیں۔ ان سب کا
ماحصل اور قدر مشترک یہ الفاظ ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّا سَتَعِينَكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْحَمْدَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنُخْلِغُ وَنَعْتَرُكَ مَنْ يُعْجِرُكَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيُ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَخْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنُخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ (سنن الطحاوي ج 1 ص 177 باب القنوت في الصلوة الفجر، سنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 210)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے ہیں، تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، تیری بہترین ثناء بیان کرتے ہیں، تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ تیری طرف ہی دوڑتے ہیں ہم تیری بندگی کے لئے حاضر ہوتے ہیں، تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا:

1: حضرت عاصم بن سلیمان الاحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ إِنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِتِمَامُ قَنْتِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا.

(صحیح البخاری ج 1 ص 136، صحیح مسلم ج 1 ص 237 باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات)

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قنوت ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ فرمایا رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے مجھے بتایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے جھوٹ کہا ہے۔ رکوع کے بعد تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے۔“

2: عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ رُكْعَاتٍ... وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

(سنن النسائی ج 1 ص 248، سنن ابی داؤد ج 1 ص 209 باب القنوت فی الوتر)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

3: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكْعَةِ.

(سنن الدارقطنی ص 287، رقم الحدیث 1647، مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 521)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر میں رکوع کرنے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔“

4: عَنِ الْأَسْوَدِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَنْتَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ

الرُّكُوع... وَفِي رَوَايَةٍ... بَعْدَ الْقِرَاءَةِ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

(قیام اللیل للمروزی ص 228، مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 520)

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع کرنے سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ قراۃ کے بعد رکوع کرنے سے پہلے قنوت پڑھتے۔“

دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا:

1: قَالَ أَبُو عَثْمَانَ: كَانَ مُحَمَّدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوتِ.

(جزء رفع الیدین للبخاری رقم الحدیث 162، قیام اللیل للمروزی ص 230)

ترجمہ: حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔“

2: عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَفْعُ فِي آخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوُتْرِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكْعَةِ.

(جزء رفع الیدین للبخاری رقم الحدیث 163، مصنف ابن ابی شیبہ ج 4 ص 531، رقم 7027)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے پھر رکوع میں جانے سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

3: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔

كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي قُنُوتِهِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.

(قیام اللیل للمروزی ص 230، السنن الکبری للبیہقی ج 3 ص 41)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینہ میں دعاء قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

چھینکنے والے کو جواب دینا

مولانا محمد ابو بکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ عَطَسَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَبَّهَتْ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَبَّهْ الْآخَرُ فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَبَّهْ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَبَّهْتَ هَذَا وَلَمْ تُشَبِّهْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ حَمْدُ اللَّهِ وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللَّهَ
سنن الترمذی: رقم 2666

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں چھینک آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا۔ تو جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا تھا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے ان صاحب کو تو چھینک کا جواب دیا ہے لیکن مجھے جواب نہیں دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ کی حمد بیان کی تھی اور تم نے حمد بیان نہیں کی تھی۔

تشریح:

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے والے کو جواب دینا واجب ہے لیکن صرف اسی کو جو کہ الحمد للہ کہے اور جو الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب دینا واجب نہیں۔ لہذا ہمیں بھی اس بات خیال کرتے ہوئے چھینک پر الحمد للہ اور دوسرے موجود لوگوں کو جواب دینے کا اہتمام کرنا چاہیے۔



مرکز اہل السنّت والجماعت

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن

ایک ادارہ، ایک تحریک

شعبہ جات

شعبہ حفظ القرآن الکریم

ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوة (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان

پندرہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلبہ عظام) ماہ شعبان

تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے

ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین و سالکین)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء

قافلہ حق (سہ ماہی) - فقیہ (ماہنامہ) - بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)

مکتبہ اہل السنّت والجماعت

(فکری و نظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی ترسیل کیلئے)

مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)

احناف میڈیا سروس www.ahnafmedia.com

(پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)

احناف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ ذکوۃ، فشر، صدقات کی مد میں تعاون فرمائیں

محمد الیاس

اکاؤنٹ نمبر

1401-03600000900

میزان بینک سرگودھا

مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

E-mail: markazhanfi@gmail.com 0346-7357394 - 048-3881487